نظرات

ابھی ہمارے قریبی ہمسایہ ملک پاکستان میں صدر ایوب کی علیحدگی اور مارشل لا کے نفاذ کی صورت میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا ہے وہ سخت حیرت انگیز بھی ہے اور عبرتناک و سبق آموز بھی۔ حیرت انگیز اس لئے صدر ایوب کے بڑے سے بڑے مخالف کو بھی اس سے انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی کہ انھوں نے ملک کی عنان حکومت اس وقت سنبھالی جبکہ ملک حد درجہ پراگندگی اور انتشار کا شکار تھا اور اس کی بقا اور سالمیت صبح شام کی مہمان نظر آتی تھی۔ صدر ایوب نے آتے ہی کایا پلٹ کر دی۔ ملک کو استحکام بخشا۔ اقتصادی خوش حالی پیدا ہوئی اور سیاسی اعتبار سے بین الاقوامی دنیا میں اس کا ایک مرتبہ و مقام ہوگیا۔ اس بنا پر اب سے چار مہینہ قبل کوئی شخص اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ پاکستان میں اچانک صدر ایوب کے خلاف جذبات و احساسات کا ایک طوفان اٹھے گا۔ اور اس شدت و قوت کے ساتھ کہ حکومت وقت کی شہرت و عزت اور وقار و تمکنت ان سب کو خس و خاشاک کی طرح بہا کرلے جائے گا اور ملک در و بست کے اعتبار سے پھر اسی نقطہ پر جا پہنچے گا جہاں سے دس برس پہلے (۵۸ء میں) اس نے سفر شروع کیا تھا۔

اور عبرت انگیز و سبق آموز اس لئے ہے کہ طلبا۔ مزدوروں اور سرکاری ملازمین کی ہڑتال اور مظاہروں اور فسادات کے باعث جو صورت حال پاکستان میں پیدا ہوئی وہی صورت حال کم و بیش اختلاف کے ساتھ گذشتہ سال ہندوستان میں بھی پیدا ہوئی تھی اور ملک کے امن و امان۔ تعلیم اور اقتصادیات پر اس کے اثرات وہی پڑے تھے جو پاکستان میں ظہور پذیر ہوئے لیکن یہاں نہ کوئی انقلاب آیا اور نہ حکومت ختم ہوئی اور جلد یا بدیر حالات معمول پر آگئے۔ لیکن پاکستان میں ایسا ممکن نہ ہوسکا حالانکہ وہاں گورنمنٹ نے مخالفین کے تقریباً سبھی اہم مطالبات تسلیم کرلئے تھے اور ان کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ اس فرق کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں عوام کو حکومت سے خواہ کیسی ہی شکایات ہوں بہرحال

عوام تحت الشعور میں اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ یہ حکومت انہیں کی ہے ان کے ووٹوں سے بنی ہے اور ان کے ہاتھ میں ووٹ کی طاقت اتنی عظیم الشان ہے کہ جب اور جس کو چاہیں بنا اور بگاڑ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر شخص کو اپنی جگہ یقین ہے کہ اس کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ وہ حکومت پر کھلے بندوں تنقید کر سکتا ہے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اسٹرائیک اور اجتماعی مظاہرے وغیرہ بھی کر سکتا ہے۔ غرض کہ جمہوری نظام حکومت کے باعث عوام کا یہی یقین اور احساس خود اعتمادی ہے جس کے باعث ان کو حکومت سے کوئی شکائت پیدا ہوتی ہے اور حکومت اس شکایت کو دور کرنے کی طرف قدم اٹھاتی ہے تو عوام مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور ملک میں ہنگاموں کے بعد سکون عود کر آتا ہے۔ ہندوستان کے برخلاف پاکستان کے عوام ملکی استحکام اور خوش حالی کے باوجود یہ سمجھتے تھے کہ ان کو حکومت کے بنانے اور بگاڑنے میں کوئی دخل نہیں اور انہیں وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو ایک جمہوریہ میں حاصل ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ دور اوّل تو یوں بھی جمہوریت اور عوامی حکومتوں کا دور ہے اور پھر ہندو پاک کے عوام کو یقین ہے کہ ملک کی آزادی انہیں کی عظیم الشان قربانیوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے اس بنا پر یہ ناممکن تھا کہ وہ حکومت میں دخیل ہونے کے حق سے محرومی پر قانع ہو کر بیٹھ جائیں چنانچہ پاکستان میں جو ایجی ٹیشن ہوا اور اس سلسلہ میں مطالبات کی جو فہرست پیش کی گئی اس میں سرفہرست پارلیمانی جمہوریت اور بالغان کے حق رائے دہندگی ہی کا مطالبہ تھا۔ اور حکومت نے اس کو بے چون وچرا فوراً تسلیم بھی کر لیا تھا

اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ پاکستان میں امن و قانون کے نقطۂ نظر سے حالات اس درجہ ابتر اور ناقابل برداشت ہو گئے تھے کہ فوجی حکومت کے قیام کے علاوہ کوئی اور چارہ کار باقی ہی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے یہ تدبیر ایک مرض کا عارضی اور فوری علاج ہی ہو سکتی ہے۔ اس کو مستقلاً قابل عمل اور دور ... پذیرائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ خوشی کی بات ہے کہ جنرل یحییٰ خاں کو اس امر کا مکمل احساس ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی نشری تقریر میں

یقین دلایا ہے کہ ان کا مقصد ملک میں حقیقی امن و امان قائم کرنا اور اس کے حالات کو نارمل بنانا ہے، جب یہ مقصد حاصل ہو جائے گا تو وہ عوام کو موقع دیں گے کہ وہ اپنے منشا اور صوابدید کے مطابق ملک کے لئے ایک دستور اختیار کریں اور اس کے مطابق اپنی حکومت بنائیں۔ ہماری دعا ہے کہ ملک میں بوجوہ امن و امان قائم ہو اور وہ دن جلد آئے جبکہ عوام ایک پائدار، مستحکم اور قابل اعتماد نمائندہ حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر سکیں۔

لیکن اس موقع پر یہ فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ عوام کو اگر جمہوری حقوق مل بھی گئے اور اسلام کی اخوت عامہ کی تعلیم سے محرومی کے باعث عوام انہیں علاقائی تعصبات میں جکڑے رہے جن کا نہایت بھیانک مظاہرہ انھوں نے فوجی حکومت کے قیام سے پہلے کیا ہے تو ظاہر ہے عوام اپنے حقوق کا استعمال غلط بھی کر سکتے ہیں اور ملک کے استحکام بلکہ سالمیت پر اس کے جو اثرات مرتب ہو سکتے ہیں ان کے متعلق قیاس آرائی مشکل نہیں ہے۔ اس بنا پر حکومت اور دوسرے اداروں کا فرض یہ بھی ہے کہ تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اس بات کی سرگرم جدوجہد ہونی چاہیئے کہ عوام کے دل و دماغ میں اسلامی اخوت و محبت کے جذبات اس درجہ قوی اور بلند ہوں کہ علاقائی علیحدگی یا عصبیت کے احساسات مغلوب ہو جائیں۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اپنی آئڈیالوجی اور نصب العین حیات کیساتھ سچا اور گہرا تعلق اور ربط ہو۔ قدرت کی دوسری نعمتوں کی طرح "حقوق" یا "جمہوریت" کی مثال بھی ایک تلوار کی سی ہے۔ یہ تلوار اگر کسی بہادر اور عقلمند انسان کے ہاتھ میں ہوگی تو وہ اس سے وہ کام لے گا جو لینا چاہیئے۔ لیکن اگر اسی تلوار پر کسی احمق اور ظالم کا قبضہ ہو جائے تو وہ اس سے دوسرے بے گناہوں کا گلا کاٹے گا اور ممکن ہے کہ خود اپنی گردن بھی اڑادے۔